مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

شرعی قوانین کے نفاذ اور دفاع کا مسئلہ

مسلمانوں کی ذمہ داری

ذیل میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر شائع کی جارہی ہے جو کلکتہ میں ہونے والی مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے موقعہ پر ہونے والے عام جلسہ میں کی گئی تھی جس میں پانچ لاکھ کا مجمع تھا گنجائش کی کمی کی وجہ سے معمولی سے حذف و اختصار سے کام لینا پڑا ہے۔ مولانا کے مخاطب اگرچہ انڈیا کے مسلمان ہیں مگر اس وقت پاکستان میں بھی شریعتِ اسلامی کے سلسلہ میں لادین عناصر کی وجہ سے یہی حالات درپیش ہیں۔ ان حالات میں پاکستانی مسلمانوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔

(ادارہ)

★

حضرات! اس وقت ہندوستان میں رہ کر مسلم پرسنل لاء یعنی مسلمانوں کے عائلی قانون میں آئین سازی کے ذریعہ مداخلت کا مسئلہ اٹھتا رہتا ہے۔ اور ملک کے حصوں سے آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ غیر مسلموں کی طرف سے بھی (جن سے ہمیں کچھ زیادہ شکایت نہیں) مسلمانوں کی ترقی و تجدد پسند طبقہ کی طرف سے بھی۔

اس کے بہت سے اسباب بیان کئے جا سکتے ہیں اور وہ صحیح ہوں گے۔ لیکن میں ایک مذہبی انسان ہونے کے ناتے نیز مذہب کے طالب علم اور قرآن و سیرت کا مطالعہ کرنے والے انسان کی حیثیت سے اس کا کچھ اور سبب سمجھتا ہوں۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ

"جب مجھ سے اپنے مالک، اپنے خدا کے معاملہ میں کوئی کوتاہی ہوتی ہے میرے رات کے معمولات میں فرق آتا ہے۔ جس وقت میں اٹھتا ہوں، جتنی رکعتیں پڑھتا ہوں، خدا کو جس طرح یاد کرتا ہوں، اس سے دعا کرتا ہوں اس کے سامنے روتا دھوتا ہوں۔ اس میں جب کوئی کمی ہو جاتی ہے تو میں فوراً اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہوں۔ اس کا نتیجہ کیا دیکھتا ہوں؟ یہ کہ میرے ملازمین میری بات اس خوش دلی کے ساتھ نہیں مانتے جس طرح پہلے مانا کرتے تھے یہاں تک کہ جب میں سواری پر بیٹھنے لگتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ گھوڑا اس طرح اپنی پیٹھ نہیں جھکاتا اور اس طرح مجھے قبول نہیں کرتا جیسے وہ ہمیشہ قبول کرتا رہا ہے۔ میں سمجھ جاتا ہوں کہ میں نے اپنے مالک کے حق میں کوتاہی کی تو یہ جن کو اللہ نے میرے اختیار میں دیا ہے مجھ سے سرتابی کر رہے ہیں۔ میرے چٹکی لے رہے ہیں۔ کہ تم نے اپنے

آقا کے معاملہ میں کوتاہی کی، تم تو ہمارے آقائے مجازی ہو، ہم تمہارے معاملہ میں کوتاہی نہیں سرتابی کریں گے۔" کتابوں میں ان کے الفاظ بعینہٖ نقل کئے گئے ہیں۔

اعرف ذلک فی خلق دابتی وخادمی مجھے اپنی اس کوتاہی کی نحوست اپنے جانوروں اور ملازمین کے طرز عمل میں نظر آجاتی ہے۔

کسی واقعہ کے کچھ اسباب ظاہری ہوتے ہیں جن کو ظاہری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کچھ اسباب غیبی ہوتے ہیں جن کو قرآن مجید، سنت اللہ، اسوہ رسول اور سیرت النبی کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرأت بار بار اس لئے ہو رہی ہے کہ ہم سے اللہ کے اس مقرر کئے ہوئے مقدس قانون کی پابندی میں اور اس پر عمل کرنے میں شدید کوتاہی ہو رہی ہے۔ ہم اس قانون کو اپنے گھروں میں توڑ رہے ہیں۔ اپنے خاندانوں میں توڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی یہ سزا دے کہ یہ قانون پھر قانونی طور پہ توڑا جائے۔ یہ خدا کے طریقے ہوتے ہیں۔ وہ کبھی براہ راست سزا دیتا ہے کبھی اپنی مخلوقات اور اپنے بندوں کے ذریعہ سزا دلواتا ہے۔ یہ عناصر اربعہ، یہ بحر و بر، یہ خشکی و تری یہ موسم اور طاقتیں جو اس کائنات میں کام کر رہی ہیں وللہ جنود السموت والارض یہ سب خدائی لشکر ہیں، پہلے ہم اس قانون کی حرمت اور اس قانون کا احترام اپنے گھروں میں کریں۔ زوجین اپنے آپس میں کریں، میاں بیوی اپنے تعلقات اور ان حقوق و فرائض میں کریں جو ان پر عائد ہوتے ہیں۔ ترکہ و میراث کے قانون میں اس کا احترام کریں، اس کی پابندی کریں۔ نکاح و طلاق کے مسائل میں اس پر عمل کریں پھر کسی کی مجال نہیں کہ دنیا میں وہ اس قانون کو چیلنج کر سکے گردنیں جھک جائیں گی، اور ساری دنیا سرافگندہ ہو جائے گی بلکہ اس کو شوق ہوگا کہ وہ آپ کے قانون پر چلے۔

لیکن جب ہم اس قانون کو اپنے گھر میں توڑیں گے تو پھر دوسروں سے توقع نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے قانون کا احترام کریں۔ آج آپ اپنا جائزہ لیجئے۔ دیانت دارانہ جائزہ لیجئے۔ آپ خود اپنے محتسب بنئے۔ اور اپنے لئے اپنے گھروں میں عدالتیں قائم کیجئے۔ اپنے مقدمے خود دائر کیجئے آپ ہی مدعی بنئے اور آپ ہی مدعا علیہ اور دیکھئے کہ کتنے خدائی قانون ہیں کتنے قرآن مجید کے منصوصات اور قطعیات ہیں جن میں دنیائے اسلام کے دو عالموں کے درمیان بھی اختلاف نہیں، ان کو آپ کس طریقے سے نظر انداز کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنی بہنوں کو والدین کی میراث (ترکہ) سے ان کا حصہ دیا؟ آپ نے نکاح و طلاق کے حق کو اس طرح استعمال کیا جس طرح اللہ اور اس کا رسول چاہتا ہے؟ کیا مسلمان شوہر نے اپنی بیوی کے اور مسلمان بیوی نے اپنے شوہر کے حقوق ادا کئے؟ کیا آپ کو مسائل کا علم ہے؟ تفصیلی علم تو بڑی چیز ہے یہ علماء کا کام ہے۔ لیکن کیا آپ کو موٹی موٹی باتیں بھی معلوم ہیں، یہ ہمارا طرز عمل اس قانون کے معاملہ میں ہے۔ اس کی ہماری نظر میں (معاذ اللہ) پر کاہ کے

برابر بھی قیمت نہیں۔ ہم ایک ادنیٰ مفاد کے لیئے ادنیٰ درجہ کے فائدہ اور راحت کے لیئے اس قانون کو پامال کرتے ہیں۔ اس قانون کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں تو ہمیں دوسروں سے کیا شکوہ؟

آج میں اس مجمع عظیم کو ایمانی زبان۔ قرآنی زبان میں خطاب کرتا ہوں، آپ کی عملی زندگی کا محاسبہ کر رہا ہوں آپ خود دیکھئے کہ آپ اس قانون کا کتنا احترام کرتے ہیں، اس پر خاندانی روایات کو اور رسم ورواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں، اور اس پر اس کا اضافہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم وطنوں سے سیکھا ہے۔ جہیز میں بڑھا چڑھا مطالبہ ہم میں کہاں سے آیا؟ اس کو کسی نام سے یاد کیا جائے، یہ چیز کہاں سے آئی؟ یہ لعنت کہاں سے آئی؟ جب آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو اللہ بطور سزا آپ کی غیرت ملّی کو، آپ کے وجود ملّی کو بار بار نشانہ بناتا ہے۔

ایک ایسا آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں انسانوں کے قلوب ہیں، وہ ہمیشہ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے، اس کو اپنے گناہ کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ قرآن شریف میں صاف صاف ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝ (الشوریٰ ۳۰)	تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوتی ہے، وہ تمہارے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے (یہ بھی ایسی حالت میں ہے) کہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ عفو ودرگذر سے کام لیتا ہے۔

ورنہ قرآن میں یہ بھی ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ (فاطر ۴۵)	اگر اللہ تعالیٰ پکڑنے لگے انسانوں کو ان کے عملوں پر تو سطح زمین پر کوئی چلنے والی اور رینگنے والی چیز باقی نہ رہے لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے سو جب ان کا وقت آجائے گا (تو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) خدا تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

بہت کچھ معاف کر دینے کے بعد اور درگذر کرنے کے بعد بھی معصیت کا، قانون شکنی کا اثر ظاہر ہوتا ہے تو ہم جس بات کی شکایت کرتے ہیں (اور بجا طور پر شکایت کرتے ہیں) وہ شکایت بجا ہے۔ ہم شکایت کرتے رہیں گے۔ اور شکایت کرنا ہمارا حق ہے۔ ایک جمہوری ملک میں جہاں قانون چلتا ہو، جہاں ہر شہری کو برابر

کا حق دیا گیا ہو۔ وہاں ہر شہری کو اور شہریوں کی ہر تنظیم کو اور آبادی کے ہر عنصر کے نمائندوں کو یہ حق ہے کہ پارلیمنٹ (ایوان قانون ساز) میں اپنے قومی عوامی جلسوں میں، اپنی مجلسوں میں اور اخبار کے کالموں میں وہ اس بات کی شکایت کریں کہ ہمارا فلاں حق نہیں مل رہا ہے۔ ہمارے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم اپنی حکومت سے شکایت کریں گے۔ اور سو بار کریں گے۔

ہم ہمیشہ اپنے آئین ساز بھائیوں اور ارکانِ حکومت سے، انتظامیہ ADMINISTRATION اور حکمراں جماعت سے شکایت کریں گے۔

لیکن جب ہم اہلِ حکومت اور برادرانِ وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے تو شکایت ہی کریں گے۔ اور ان کا دامن ہی پکڑیں گے۔ لیکن آپ کا گریبان پکڑ لیں گے اور وہ ہاتھ ہمارا ہاتھ نہیں ہوگا وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا۔ وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریبان پکڑے گا اور کہے گا پہلے تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو۔ تمہاری نگاہوں میں اس قانون کی کتنی حرمت ہے؟ تم جہاں اس قانون کو چلا سکتے ہو وہاں چلا رہے ہو کہ نہیں؟ تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون کو چلائے۔ اس کا احترام کرے۔

میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں، یہاں سے یہ عہد کر جائیے کہ اب قانونِ شریعت پر آپ چلیں گے، یہ جہیز کی کیا مصیبت ہے؟ لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش ہوتی ہے، شرائط پیش کی جاتی ہیں۔ ان کے پورا نہ ہونے پر یہ معصوم لڑکیاں جلا دی جاتی ہیں۔ ملک میں سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں۔ صرف دہلی میں ہر بارہ گھنٹے پر ایک نئی بیاہی دلہن کو جلا کر مار ڈالا جاتا ہے[1]

کیا اس کائنات کے خالق اور نوعِ انسانی کے مربی (جس کی مخلوق مرد و عورت دونوں ہیں) کو یہ چیز گوارا ہو سکتی ہے؟ کیا اس ظلم کے ساتھ ملک کا کوئی معاشرہ پنپ سکتا ہے، خدا کی رحمت و نصرت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی ہمت نہیں ہونی چاہئے تھی۔ میں نے دہلی کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون۔ (انفال ۳۳)	اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے انہیں عذاب دیتا، اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انہیں عذاب دے۔

---

[1] قومی آواز دہلی ۱۰ر جون ۱۹۸۴ء

آج رحمۃ للعالمین ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن رحمۃ للعالمین کی امت موجود ہے۔ آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے ہندوستانی سماج میں ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو اس کو عقل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ چہ جائے کہ آپ کے ہاتھوں ہو۔ عہد کیجئے کہ آپ اسلامی طریقہ پر شریفانہ انسانی طریقہ پر۔ شادی کا پیام دیں گے۔ آپ لڑکی مانگیں گے، اپنے لئے رفیقۂ حیات تلاش کریں گے۔ بیٹے کے لئے پیام دیں گے۔ جہیز کے لئے آپ کے بڑھے چڑھے مطالبات نہیں ہوں گے کہ ہمیں یہ ملنا چاہئے، وہ ملنا چاہئے۔ لڑکوں کو اور ان کے وارثوں اور بزرگوں کو اس کا عہد کرنا چاہئے کہ ہم اپنے یہاں تو کیا ہم اس ملک سے اس رسم کو ختم کریں گے۔

ایسے ہی ترکہ شرعی طریقہ پر تقسیم ہونا چاہئے۔ نکاح شرعی طریقہ پر ہونا چاہئے۔ اور عورتوں کی بیویوں کی تعداد وہی ہونی چاہئے جو شریعت میں بیان کی گئی ہے۔ طلاق کا مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہئے۔ مسنون اور افضل طریقہ کیا ہے؟ پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس کو سمجھنا چاہئے کہ طلاق رجعی کیا ہوتی ہے؟ طلاق بائن و مغلظہ کیا ہوتی ہے؟ پھر اس میں طلاق کو آپ یہ سمجھیں کہ طلاق اَبغضُ المباحات ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیکن آخری درجہ کی چیز ہے۔ بڑی مجبوری کی چیز ہے جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو تلخ بننے سے بچانے کے لئے بہت مجبوری سے دل پر پتھر رکھ کر اختیار کی جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ طلاق ایک فیشن ہو گیا ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں اس میں تھوڑی سی ہماری کوتاہی کو بھی دخل ہے۔ جتنا طعنہ دیتے ہیں اتنے کے مستحق تو ہم ہرگز نہیں ہیں[1]

ہم جانتے ہیں کہ یورپ میں کیا ہوتا ہے؟ وہاں کا معاشرہ کس طرح برباد ہو رہا ہے۔ وہاں ساری عمر ناجائز طریقہ پر جنسی تعلق قائم رکھنا جائز ہے۔ کوئی اس کو نہیں ٹوکتا۔ لیکن طلاق دینا معیوب ہے۔ اور اس میں ہزاروں دقتیں ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہم اپنے قانون سے ہرگز شرمندہ نہیں۔ ہم اس کے ایک ایک نقطہ کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے علماء نے اس پر ایک کتب خانہ تیار کر دیا ہے۔

"مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" (ACADEMY OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS. NADWATUL-ULAMA-LUCKNOW) ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ اور مسلم پرسنل لا، کا مرکزی دفتر واقع مونگیر برابر لٹریچر شائع کرتا رہتا ہے۔ عربی میں تو پوچھنا ہی کیا اس میں علامہ عباس محمود العقاد، ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی کی عورتوں کے حقوق پر اور اسلام میں عورتوں کے درجہ

---

[1] مسلمانوں میں طلاق کی شرح وہ نہیں ہے جو بیان کی جاتی ہے اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے پھر بھی خاصی بے اعتدالی اور زیادتی ہے

ایسی معرکۃ الآرا کتابیں نکل چکی ہیں جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ اور اس کے علاوہ بھی انگریزی ہیں اور مغربی زبانوں میں کام ہوا ہے۔ کوئی شخص ہم سے آنکھیں ملا کر کہہ دے کہ اسلام کا عائلی قانون ظالمانہ ہے۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ اس نے کیا پڑھا ہے؟ اس نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں، کتنا وقت صرف کیا ہے۔ محمڈن لا کے مطالعہ میں؟ ہم اس کا امتحان لیں گے، ہم اس کو بغیر امتحان لئے نہ چھوڑیں گے۔ ہم پوچھیں گے کہ تم طلاق کو جانتے ہو؟ تم ترکہ کے متعلق کتنا جانتے ہو؟ اس لئے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ جو چاہا وہ منہ سے نکال دیا۔ یہ پریس کا زمانہ ہے، یہ ابلاغ عامہ کے ذرائع کا زمانہ ہے۔ دنیا میں کوئی آدمی کہیں الگ تھلگ نہیں رہتا۔ ساری دنیا گھر کا آنگن بنی ہوئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یورپ میں کیا ہو رہا ہے۔ امریکہ میں کیا ہو رہا ہے۔ اب علماء بھی ایسے نہیں رہے کہ آپ ان سے کہئے کہ آپ جانتے نہیں زمانہ کدھر جا رہا ہے۔ آج علماء بیسیوں جدید تعلیم یافتہ حضرات سے زیادہ جانتے ہیں کہ زمانہ کدھر جا رہا ہے۔ معترضین آئیں ہم سے باتیں کریں۔ اپنا عائلی قانون سامنے رکھیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ آپ جس سے چاہیں کہہ دیں کہ آپ جانتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی کہے گا تو ہم اس کا امتحان لیں گے۔ کہ آپ کو کہنے کا حق ہے کہ نہیں، آپ (QUALIFIDE) ہیں کہ نہیں، اس کے بعد پھر ہم آپ کی بات توجہ سے سنیں گے۔

تو بھائیو! ہم قانون سے شرمندہ نہیں۔ ہم یہاں نہیں بلکہ واشنگٹن میں، پیرس میں، لندن میں، نیویارک میں آپ کہیں سیمینار منعقد کریں۔ ۱۹۵۱ء میں پیرس میں وہاں کی جامعات (یونیورسٹیز) اور فضلاء و ماہرین قانون کے زیر اہتمام فقہ اسلامی کا ہفتہ منایا گیا۔ اس میں مشرق وسطیٰ کے فاضل ترین علماء، و ماہرین قانون اور پروفیسر صاحبان بھی مدعو کئے گئے۔ وہاں کے بڑے بڑے جیورسٹ، بڑے بڑے قانون دانوں نے اور اعلیٰ درجہ کے پروفیسروں نے برملا کہا کہ اسلامی فقہ ہمارے قانون سے زندگی کے بہت سے شعبوں میں ابھی بہت آگے ہے۔ انہوں نے کہا کہ فلاں چیز میں حنفی قانون تک ابھی ہم نہیں پہنچے۔ اور فلاں شعبہ میں حنبلی فقہ کو ہم نہیں پہنچے۔ معاملات میں، بیوع میں، ملکیت کے بارے میں، شہادت کے مسائل میں فلاں فقہ تک نہیں پہنچ سکے۔

حضرات! اسی لہجہ میں اور اسی خود اعتمادی کے ساتھ ہم اپنے غیر مسلم بھائیوں سے بات کریں گے۔ لیکن ہم آپ سے دوسرے لہجہ میں بات کریں گے۔ آپ ہمارے بھائی ہیں، آپ کا ہم پر حق ہے۔ ہمارا آپ پر حق ہے۔ آج آپ نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ تو آپ ہماری بات بھی سنئے اور غور کیجئے۔ کہ آپ اپنے گھروں میں، اپنی عائلی زندگی میں اس قانون پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ آپ اس قانون کو توڑیں اور دوسروں سے کہیں کہ وہ جوڑیں۔ یہ انصاف کی بات نہیں۔ ان سے ہم نہیں کہیں گے کہ ہمارے مسلمان توڑتے ہیں، یہ ہم آپ سے کہیں گے، حقیقت حقیقت ہے صداقت صداقت ہے، ضرورت ضرورت ہے۔

میرے بھائیو! آپ مجھے معاف کریں، میرے آپ کے صوبہ سے بہت قریبی تعلقات ہیں۔ میرے بزرگوں نے آپ کے خطہ کا دورہ کیا ہے۔ یہاں انھوں نے اپنا پسینہ بہایا ہے۔ یہ وہ کلکتہ شہر ہے جب حضرت سید احمد شہیدؒ کا قافلہ یہاں آیا[1] تو یہاں کے شراب کے ٹھیکیداروں نے سرکار انگریزی کو جس کا کلکتہ کیپیٹل اور سیاسی مرکز تھا درخواستیں گذاریں کہ جب سے یہ قافلہ یہاں آیا ہے اس وقت سے ایک آدمی بھی بھول کر ہمارے شراب خانوں میں نہیں آیا۔ ہم ٹیکس نہیں ادا کر سکتے۔

حکومت نے اس سلسلہ میں تحقیقات کی معلوم ہوا کہ واقعی جب سے شمالی ہند کی طرف سے یہ قافلہ آیا ہے اس وقت سے لوگوں نے شراب چھوڑ دی ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے توبہ کر لی ہے۔ اور ان شراب خانوں کی بکری بند ہو گئی ہے۔ تو کہا گیا کہ اچھا اس وقت ادا نہ کرو۔ لیکن قافلہ کے جانے کے بعد ہم پھر دیکھیں گے کہ اگر اس کے بعد بھی مسلمان شراب نہیں لیتے، نہیں پیتے تو ہم معاف کر دیں گے ورنہ تمہیں دینا پڑے گا۔

سید صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے بغیر نکاح کے عورتوں کو اپنے گھروں میں بٹھا رکھا ہے تو ایک مستقل کام یہ تھا کہ نکاح پڑھائے جاتے تھے۔ اور توبہ کرائی جاتی تھی۔ اور ازدواجی تعلقات شرعی طریقہ پر قائم ہوتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی جگہ نکاحی عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ جس کے دل میں جتنا آتا ہے عورتوں کو اپنے گھروں میں ڈال لیتا ہے۔ شرعی پردہ کا رواج بھی بہت کم ہے۔ یہ کمزوریاں مختلف علاقوں میں تھیں۔ ہمارے مصلحین شریعت کے نمائندے اس کے خلاف صف آرا ہوتے اور کوششیں کیں[2]۔

آج پھر ہم مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ تمام غیر شرعی رسوم، جاہلیت کی تمام رسمیں اور خاص طور پر یہ کہ ہم نے بجائے اپنے برادران وطن کو اسلام کی نعمت اور اس کا تحفہ دینے کے ہم نے ان کی جو کمزوریاں ان سے لی ہیں ان کمزوریوں کو واپس کریں ان سے کہیں کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ آپ کے یہاں بیوائیں کس حال میں زندگی گزار رہی ہیں۔ آپ کے یہاں نکاح ثانی نہیں ہے۔ آپ کے یہاں ترکہ نہیں ہے۔ آپ کے یہاں عورت کو ملکیت کے حقوق

باقی ص ۱۰۷ پر

---

[1] ۱۲۳۶ھ ۱۸۲۱ء کا واقعہ ہے قافلہ میں جو دریائے گنگا کے راستہ سے درمیانی شہروں اور قصبات میں تبلیغ و دعوت کا کام کرتا ہوا، تین مہینے سے زائد مدت میں کلکتہ پہنچا تھا۔ سات سو کے قریب آدمی تھے۔ جو کلکتہ سے حج کے لیے روانہ ہونے آئے تھے۔ تین مہینے اس مبارک قافلہ کا قیام کلکتہ میں رہا۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "سیرت سید احمد شہید" جلد اول ص ۳۱۵ تا ۳۲۰۔